Al-Āfāq, Vol.: 03, Issue: 01, Jun-2023
PP: 157-170

OPEN ACCESS
Al-Āfāq
ISSN (P): 2789-3820
ISSN (O): 2789-3839

قواعد فقہیہ میں ابن نجیم حنفی کی آراء کا تحلیلی مطالعہ

An Analytical Study of Ibn Najim al-Hanafi's Opinions in Jurisprudence

Shakir Hussain
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies,
Ghazi University, Dera Ghazi Khan. Pakistan
Shakirbukhari13@gmail.com
Muhammad Muslim
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies,
Ghazi University, Dera Ghazi Khan. Pakistan
Hassan Muavia
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies,
Riphah International University, Faisalabad, Paksitan.
hmuavia15@gmail.com

Abstract:
The basis of jurisprudence is on the principles of jurisprudence. In which there are principled discussions on the Qur'an and Sunnah, Ijmaa and Qiyas, and these are the pillers of jurisprudence. Another useful and interesting knowledge related to jurisprudence is the rules of jurisprudence, which the advanced jurists also paid attention to and it has been the focus of interest of the jurists of every era. In modern times, a lot of work has been done on this topic, especially in the Arab world, a large collection has been created on it. If the original arguments are the Qur'an and the Sunnah, then the Ijma and Qiyas derived from it also have the status of Shariah arguments. But the rules of jurisprudence are very important to find out the Shariah orders. There are some problems whose cases are not clearly found in the Qur'an and Sunnah and the books of jurisprudence.When the application of jurisprudence rules to the newly presented problems precise, it becomes easy to access the rules of Sharia. The rules of jurisprudence are often not comprehensive, that is, they are not always applied. The rules of jurisprudence are not specific to any particular chapter of jurisprudence, while the rules of jurisprudence are specific to a stage.Therefore, In this Thesis, the rules and regulations of Fiqh related to trade have been researched in the light of Ibn Najaim's book Al-Ashba wal Nazair.

Keywords: Islam, Jurisprudence, Alqwaidulfiqhia, Ahnaf, Ibn e Nujaim

فقہ کی اساس اصول فقہ پر ہے۔ جس میں قرآن وسنت، اجماع وقیاس پر اصولی مباحث ہوتے ہیں اور یہی فقہ کے دلائل ہیں ہے۔ فقہ سے متعلق ایک اور مفید اور دلچسپ علم قواعد فقیہ کا ہے جس کی طرف متقدمین فقہاء نے بھی توجہ دی ہے اور ہر دور کے فقہاء کی دلچسپی کا محور رہا۔ عصر حاضر میں اس موضوع پر خاصا کام ہوا ہے خصوصا عرب دنیا میں اس پر ایک بڑا ذخیرہ وجود میں آگیا ہے ۔ اگرچہ دلائل اصلیہ قرآن وسنت ہی ہیں پھر اس سے مستنبط شدہ اجماع وقیاس بھی دلائل شرعیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ مگر جزئیات مسائل نازلہ کے احکامات شرعیہ معلوم کرنے کے لئے قواعد فقیہ بہت اہمیت رکھتے ہیں کچھ مسائل ایسے ہوتے ہیں جن کی صورتیں صراحت کے ساتھ قرآن اور سنت اور کتب فقہ میں موجود نہیں ہوتی ان کے احکام معلوم کرنے کے لئے قواعد فقیہ کی ضرورت پڑتی ہے ہے ان کو قواعد فقیہ کا انطباق جب نئے پیش مسائل پر درست ہو جاتا ہے تو با آسانی احکام شرعیہ کی طرف رسائی ہو جاتی ہے۔

امام ابن نجیمؒ اور کتاب الاشباہ والنظائر کا تعارفی مطالعہ

زین الدین بن ابراہیم بن محمد ہے۔[1] علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: "الشیخ زین العابدین بن ابراہیم الحنفی نے ایک بہت بڑی جماعت سے علوم حاصل کیے، جن میں سے شیخ شرف الدین البقینی، شہاب الدین الحنفی الشلبی، اور شیخ امین الدین بن عبد العال سر فہرست

ہیں، علامہ صاحب کو الافتاء والتدریس کی اجازت بھی انہیں کی مرہون منت ہے، اور ایک کثیر تعداد لوگوں نے ان سے استفادہ کیا"[2] اور وہ کتب کثیر کے مصنف بھی ہیں شرح الکنز اور الاشباہ والنظائر بھی انہوں نے لکھی۔ اور انہوں نے عارف باللہ سلیمان الحضیری کے طرز کو اپنایا۔[3] آپ 926ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ ماہ رجب 970 ہجری میں ہوئی۔

الاشباہ والنظائر میں موجود قواعد المتعلقہ بالبیوع

قاعدہ نمبر (1):

"الْأَصْلُ بَرَاءَةُ الذِّمَّةِ"[4]

"اصول یہ ہے کہ ذمہ داری سے انسان کو بری تصور کیا جائے"

یہ قاعدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ماخوذ ہے۔

"البينة على المدعي واليمين على من أنكر"[5]

جو شخص خلاف اصل امر کو اپنائے گا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ ایک عارضی امر کو ثابت کرنا چاہتا ہے یہی شخص مدعی ہو گا اور جو شخص اصل امر کو اپنا رہا ہے وہ گویا عارضی امر کا منکر ہے یہی مدعا علیہ ہو گا چوں کہ یہ مدعی کے دعوئی کی نفی کرتا ہے اس لیے اس کے انکار پر اس سے حلف لیا جائے گا۔

"هذه القاعدة مأخوذة من الحديث الشريف وهو قوله ﷺ البينة على المدعي واليمين على من أنكر لأن كل من يتمسك بخلاف الاصل ويريد اثبات امر عارض فهو مدع، وكل متمسك بالأصل منكر للأمر العارض مدعى عليه وعليه اليمين لأنه ناف ولا سبيل إلى إقامة البينة على النفي"[6]

ذمہ کا لغوی معنی، اصطلاحی معنی:

"الذمة لغة العهد واصطلاحا وصف يصير الشخص به اهلا للإيجاب له أو عليه"[7]

ماہرین قانون کے ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ ہر انسان کے بارے میں بنیادی تصور یہی رکھا جائے کہ اس پر کسی دوسرے کی ذمہ داری نہیں ہے یعنی اس نے کسی کا حق غصب نہیں کر رکھا اب اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے خلاف دعوی دائر کرتا ہے کہ فلاں نے میرا حق ادا نہیں کیا یا میرے ساتھ فلاں نے زیادتی کی ہے تو اس مدعی پر لازم ہو گا کہ وہ اپنے دعوئی کا ثبوت پیش کرے، محض مدعی کے دعوی کر دینے سے قانون یہ فرض نہیں کرے گا کہ مدعی علیہ واقعی مجرم ہے اور محض دعویٰ کی بناء پر مدعی علیہ سے صفائی طلب نہیں کی جائے گی یا اس کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں دیا جائے گا اس لیے کہ انسان کسی شئ کے وجوب یا لازم ہونے کی ذمہ داری سے بری پیدا ہوتا ہے اور اس کے ذمہ کا کسی دوسرے کے حق سے مشغول ہو جانا یہ فطرت کے خلاف امر ہے۔

تفریعات:

اگر کوئی شخص کسی کا مال ضائع کر دے اور مالک اس سے اس کے ضمان کا مطالبہ کرے (اور دونوں میں اس تلف شدہ شئ کی قیمت اور مقدار میں اختلاف واقع ہو) تو حلف کے بعد تلف کرنے والے کا قول معتبر ہو گا لیکن گواہ مالک کے قابل اعتبار ہوں گے۔

"فإذا اتلف رجل مال آخر وعند ارادة المالك تضمينه اختلفا في مقدار أو قيمته القول للمتلف بيمينه إذا انكر ما يدعيه صاحب المال من الزيادة والبينة على المالك" [8]

یہ مسئلہ بھی اسی قاعدے پر مبنی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے کسی حق یا کسی کا اپنے ذمہ ہونے کا اقرار کرے تو حلف کے ساتھ مقر کی تفسیر کسی قیمتی شئ کے سلسلہ میں قابل قبول ہو گی۔

"وبيتني على هذه القاعدة انه لو اقر لآخر بشيء أو حق قبل تفسيره بما له قيمة والقول للمقر مع يمينه"[9]

وہ شخص جس کے پاس کسی کی ودیعت رکھی تھی اس نے دعوی کیا کہ وہ ودیعت واپس کر چکا ہے اور ودیعت رکھنے والے نے واپسی کا انکار کر دیا تو یہاں واپس کرنے والا) قول معتبر ہو گا جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ واپسی کا دعوی کرنے والا اگرچہ صورۃ مدعی ہے لیکن معنوی حیثیت میں منکر ہے کیوں کہ وہ اصل ظاہر سے تمسک کر رہا ہے یعنی ذمہ داری سے فارغ ہیں کیوں کہ اصل ہونے کے ماسوا ظاہر بھی یہی ہے۔

"كالمودع يدعى رد الوديعة والمودع ينكر فان القول لمدعي الرد فانه وإن كان مدعيا صورةً منكر حقيقة لتمسكه بالأصل الظاهر وهو فراغ ذمته لكونه ظاهرا لا لكونه اصلا"[10]

اس طرح شفیع جب یہ کہے کہ مجھے شفعہ کا علم گزشتہ کل ہوا تھا اور کل ہی میں نے شفعہ طلب کیا تھا اور اس کے مقابلے میں مشتری کہے کہ تم نے سکوت

اختیار کیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہو گا اس لیے کہ شفیع اپنے علم کو گذشتہ یوم کے ساتھ مقید کر کے ایک ایسے امر (یعنی) طلب (شفعہ) کا مدعی ہے جو ایک عارضی امر ہے اور مشتری امر اصل یعنی سکوت سے احتجاج کر رہا ہے لہذا مشتری کا قول قابل اعتبار ہو گا۔

"الشفيع إذا قال علمت بالبيع أمس وطلبت الشفعة، وقال المشتري بل سكت القول قول المشترى لأن الشفيع بتقييد علمه بالأمس يدعى امرا عارضًا وهو الطلب، والمشتري يتمسك بالأصل وهو السكوت فالقول قوله"[11]

اگر بکر نے اقرار کیا کہ اس نے زید کا مال چوری کیا ہے یا اس کے پاس زید کا مال ہے تو یہ اقرار کافی ہو گا چاہے اس چیز کی پوری وضاحت نہ ہو جس کا اقرار کیا گیا ہے کیوں کہ مجہول شئ کا اقرار ایسے معاہدات کے علاوہ جن میں شئ معہود کا معلوم ہونا ضروری ہوتا ہے صحیح ہوتا ہے اگر اس شئ کی قیمت میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اقرار کرنے والے کا قول حلفیہ بیان کے ساتھ معتبر ہو گا۔ اور دوسرے فریق پر بینہ لازم ہو گا۔[12]

قاعدہ نمبر (2):

"الأصل في الصِّفَاتِ الْعَارِضَةِ الْعَدُمُ"[13]

"صفات عارضہ کے بارے میں اصل ان کی غیر موجودگی ہے"

صفات دو قسم کی ہوتی ہیں: صفات اصلیہ صفات عارضہ

1. ابتداء جو صفت کسی شئ میں موجود ہو اسے صفت اصلیہ کہتے ہیں۔
2. ابتداء جو صفت بعد میں لاحق ہو گئی ہو اسے صفت عارضہ کہتے ہیں۔

مثلا فروخت کی ہوئی چیز کا عیب سے پاک ہونا اس کی صفت اصلیہ ہے بعد میں اگر اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو عیب اس کی صفت عارضہ ہے۔ صفات اصلیہ کے بارے میں اصل چیز وجود ہے یعنی بنیادی طور پر صفات اصلیہ کا موجود ہونا ثابت سمجھا جائے گا اب اگر کوئی شخص ان صفات یا کسی ایک صفت کا انکار کرتا ہے تو اس انکار کرنے والے پر لازم ہو گا کہ دلیل پیش کرے اور صفات عارضہ کا بنیادی طور پر نہ ہونا ثابت سمجھا جائے گا لہذا اب اگر کوئی شخص کسی چیز میں صفت عارضہ کا پایا جانا بتلاتا ہے تو اس شخص کے لیے لازم ہو گا کہ وہ اپنے دعوی کے ثبوت کے لیے دلیل پیش کرے۔

تفریعات:

عقد مضاربت میں جب دو شریکوں کا نفع کے حصول و عدم حصول میں اختلاف واقع ہوا، رب المال (مال کے مالک نے کہا ایک ہزار روپیہ کا منافع ہوا ہے اور مضارب (کام کرنے والے) نے کہا کہ کچھ نفع نہیں ہوا تو اب یہاں حلف کے ساتھ مضارب کا قول معتبر ہو گا اس لیے کہ وہ صفت عارضی کا منکر ہے اس کی نفی کر رہا ہے اور رب المال نفع ثابت کرنے کے لیے شہادت پیش کرنا ہو گی اس لیے کہ وہ خلاف اصل کا مدعی ہے جس کا ثبوت اسکے ذمہ ہو گا۔

"إذا اختلاف شريكا المضاربة في حصول الربح وعدمه فقال رب المال ربحت ألفا، وقال المضارب ما حصل ربح، فالقول للمضارب بيمينه لتمسكه بالأصل وهو عدم الصفة العارضة، والبينة على رب المال لاثبات الربح لأنه يدعي خلاف الأصل فيحتاج للإثبات"[14]

"اگر بائع اور مشتری میں اختلاف واقع ہو تو مشتری مبیع کے واپسی کے ارادے سے کہے کہ مبیع میں فلاں قسم کا عیب موجود تھا اور بائع کا اس عیب کے وجود سے انکار کرنا حلف کے بعد بائع کا قول معتبر ہو گا اور مشتری کے ذمہ شہادت پیش کرنا ہو گا"

"فلو تنازع المشتري والبائع، فقال المشترى يوجد في المبيع العب الفلاني قاصدا رده على بائعه وأنكر البائع وجود العيب، فالقول قوله اليسار صفة عارضة، والأصل في الانسان الفقر فيحتاج في الباتها إلى"[15]

"اگر کسی شخص نے کسی مرغوب وصف کی شرط کے ساتھ کوئی شئ خریدی پھر وصف کے وجود و عدم میں فریقین کا اختلاف واقع ہوا تو مذکورہ تفصیل کے مطابق اگر یہ اختلاف عارضی صفات میں ہے جیسے روٹی پکانا یا کاتب ہونا مشتری نے کہا کہ یہ کاتب نہیں نکلا تا کہ غلام کو واپس کر سکے اور بائع نے کہا کاتب ہے تو یہاں حلف کے بعد مشتری کا قول معتبر ہو گا کیوں کہ وہ قائل بالاصل ہے اور بائع کے ذمہ ثبوت ہو گا"

"لو إشترى شيئا بشرط وصف مرغوب فيه فاختلفا بوجود الوصف وعدمه، فعلى التفصيل: ان كان من الصفات العارضة كالخبز والكتابة فقال المشترى ليرده ليس كاتبا، وقال البائع كاتب فالقول قولالمشترى بيمينه لتمسكه بالأصل وعلى البائع الاثبات" [16]

"اگر عیب سے سلامتی کی شرط پر کسی شئ کو فروخت کیا پھر اس عیب کے وجود اور عدم میں اختلاف ہوا تو چوں کہ بائع صفت اصلیہ کا قائل ہو گا یعنی سلامتی کا تو قول اس کا معتبر ہو گا اور مشتری کے ذمہ (عارضی صفت کے) ثبوت کے لیے شہادت پیش کرنا لازم ہو گا"

"ولو اشتراه بشرط انه سليم من العيب فجاء ليرده، واختلفا في وجود العيب وعدمه فالقول قول البائع لتمسكه بالصفة الأصلية وهي السلامة وعلى المشترى الاثبات"[17]

اس قاعدے کے فروع میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ جب وکیل کسی شئ (مؤکلہ) کو م ادھار ادائیگی پر فروخت کرے اور اس کا مؤکل کہے کہ میں نے تم کو نقد قیمت پر فروخت کرنے کا حکم دیا تھا اور وکیل نے کہا کہ آپ نے مطلق چھوڑ دیا تھا اس صورت میں حکم دینے (مکمل) صادق القول سمجھا جائے گا اس لیے کہ یہ وکالت کی صفت اصلیہ کا قائل ہے فقہاء نے وکالت کے لیے یہ اصول مقرر کر لیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وکالت میں خصوص اور مضاربت میں عموم اصل ہے۔

"الاصل في الوكالة الخصوص وفي المضاربة العموم"[18]

"يتفرع على هذه القاعدة ما لو باع الوكيل بسيئة فقال موكله امرتك بنقد وقال اطلقت صدق الأمر لتمسكه بالصفة الأصلية في الوكالة يعنى قولهم: الأصل في الوكالة الخصوص وفي المضاربة العموم"[19]

"اگر کسی مخصوص بہ ھلاک شدہ شئ میں (مالک اور غاصب) کا اختلاف واقع ہو تو حلف کے بعد غاصب کا قول معتبر ہو گا اور جس شخص سے شئ کو غصب کیا گیا ہے اس کے ذمہ ثبوت دینا ہو گا یعنی غاصب صفت اصلی "بری الذمہ ہونے سے تمسک کر رہا ہے"

"لو اختلفا في قيمة المغصوب الهالك، فالقول قول الغاصب بيمينه وعلى المغصوب منه الإثبات، لتمسكه أي الغاصب بالصفة الأصلية وهي براءة الذمة من الزيادة"[20]

"اگر کسی شخص نے تیل کا سر بند برتن خرید کر اس پر قبضہ کر لیا (یعنی پیک جس کو کھولا نہ گیا ہو) پھر جب اس کو کھولا تو اس میں چوہا مرا ہوا پایا، تو بائع نے اس عیب سے انکار کر دیا یعنی جب تک مبیع میرے پاس تھی اس وقت تک یہ عیب اس میں موجود نہیں تھا تو اس مسئلے میں بھی بائع کا قول اسی وجہ سے معتبر ہو گا جو ہم نے گزشتہ مسائل میں بیان کیا ہے"

"ولو إشترى دهنا في آنية ثم قبضها ورأس الآنية كانت مشدودة، ففتحها فوجد فيها فارةً ميتةً وأنكر البائع أن يكون ذلك عنده، كان القول قوله لما قلنا"[21]

"اگر کسی بیع کے صحیح اور باطل ہونے میں فریقین کا اختلاف ہو تو اس فریق کا قول معتبر ہو گا جو بیع کے باطل ہونے کا قائل ہو گا اس لیے کہ عقد بیع ایک امر جدید ہوتا ہے اس کے مقابل عدم بیع اصل ہے"

"ولو اختلف المتبايعان فى الصحة والبطلان، فالقول لمدعى البطلان لان انعقاد البيع حادث والاصل عدمه"[22]

اگر مضارب کو نقصان ہو گیا اور صاحب مال کا کہنا ہے کہ مضارب نے کچھ ایسے تصرفات کیے ہیں جن کے کرنے سے میں نے منع کیا تھا چوں کہ مضارب نے میری بات نہیں مانی اس لیے نقصان ہوا اب مضارب کا فرض ہے کہ وہ اپنی طرف سے یہ نقصان پورا کرے مگر مضارب کا کہنا ہے کہ صاحب مال نے ان تصرفات سے منع نہیں کیا تھا ایسی صورت میں چوں کہ تصرفات سے منع کرنا ایک صفت عارضہ ہے اس لیے بنیادی طور پر یہی کہا جائے گا منع نہیں کیا صاحب مال کا فرض ہو گا کہ وہ منع ثابت کرنے کے لیے دلیل پیش کرے۔

قاعدہ نمبر (3):

"الأصل إضافة الحادث إلى قرب أوقاته "[23]

"اصل ہے کہ حادثہ کی نسبت قریبی وقت کی طرف ہو"

اگر کوئی واقعہ پیش آیا مگر اس کے بات کرنے والے ایک سے زائد ہیں اور ان میں اختلاف ہے کہ یہ واقعہ کس وقت ہے تو جس کا بیان زیادہ قریب وقت سے متعلق ہو تو واضح ثبوت نہ مل سکنے کی صورت میں کہ یہ سب واقع ہو تو اس کی نسبت زمانہ حال سے قریب وقت کی طرف کی جائے گی۔

تفریعات:

ایک شخص نے اپنے ورثاء میں سے کسی وارث کے حق میں اپنی ذات پر اس کے دین کے (وجوب) کا اقرار کیا اس اقرار کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا، اب دیگر باقی ورثاء نے اس اقرار کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ یہ اقرار مرض موت میں کیا گیا تھا اور جس کے حق میں قرار کیا تھا اس نے کہا کہ صحت کی حالت میں کیا گیا تھا، اس حالت میں ورثاء کا قول معتبر ہو گا اور مقرلہ پر اپنے دعوی کے ثبوت میں) بینہ (گواہ) پیش کرنا لازم ہو گا کیوں کہ مرض قریب وقت ہے اور اصول یہ ہے کہ حادثہ کی نسبت قریبی وقت کی طرف کی جائے گی۔

"استوضح هذا فيمن اقر بدين لأحد ورثته ثم توفى فادعى باقي الورثة ان الاقرار كان فى مرض الموت فهو غير صحيح، والمقر له انه في حال الصحة فالقول للورثة مع اليمين والبينة على المقر له. ان الاصل فى الصفات العارضة الحدوث وهذا سر ان الحادث يضاف الى اقرب أو قاته"[24]

ایک خریدار نے خریداری کے وقت مبیع پر قبضہ کرنے سے قبل بائع کو ان تمام عیوب سے بری کر دیا جو عقد کے وقت موجود ہوں پھر قبضہ کرنے کے بعد کسی عیب کی بناء پر مبیع کی واپسی کا ارادہ کیا اس وقت بائع نے کہا کہ یہ عیب عقد بیع کے وقت موجود تھا اور (تمھاری) براءت میں داخل ہے اور خریدار

نے کہا کہ یہ عیب عقد کے بعد میرے قبضہ کرنے سے قبل پیدا ہوا ہے (براءت کے وقت موجود نہ تھا) اس صورت میں خریدار کا قول معتبر ہو گا اس لیے کہ خریدار کی براءت ان عیوب سے تھی جو عقد کے وقت میں موجود ہوتے (ان عیوب سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا جو اس کے بعد پیدا ہوں) اور مشتری (خریدار) ایسے عیب کا دعوی کر رہا ہے جو کہ قریب تر زمانے میں پیدا ہوا ہو اور بائع اس سے بعید تر زمانہ کا لہذا ظاہر مشتری کے قول کا شاہد ہے اس لیے کہ مبیع میں عیب کا نہ ہونا اصل ہے اور وجود عارضی امر ہے اس لیے وصف موجود کی نسبت دو زمانوں میں سے قریب تر زمانے کی طرف کی جائے گی کیوں کہ قاعدہ یہی مقرر ہے چوں کہ خریدار کا دعوی اسی امر کا ہے لہذا اس کا قول معتبر ہو گا۔

"ومن فروع القاعدة ما لو ابرأ المشترى البائع قبل قبض المبيع من كل عيب يكون عند العقد ثم بعد القبض اراد رده بعيب، فقال البائع كان موجوداً عندك العقد فدخل تحت البراءة وقال المشترى بل هو حادث عند بعد العقد قبل ان اقبضه فالقول قول المشترى لأن البراءة المقيدة بحال العقد لا تتناول إلا الموجود حالة العقد والمشترى يدعى العيب لأقرب الوقتين والبائع يدعيه لأبعدهما ، فكان القاهر شاهدا للمشترى وهذا لأن عدم العيب اصل والموجود عارض ف احالة الموجود إلى أقرب الوقتين أقرب إلى الأصل، والمشترى يدعى ذلك فكان القول قوله"[25]

کسی شخص کے قبضہ میں ایک جانور تھا دوسرے شخص نے اس سے کہا کہ جس وقت میں نے اس کی آنکھ پھوڑی تھی اس وقت یہ بائع کی ملک میں تھا اور مشتری نے کہا تو نے جانور کی آنکھ اس وقت ضائع کی جب کہ یہ جانور میری ملکیت میں تھا تو یہاں مشتری کا قول معتبر ہو گا۔

"لان الاصل اضافة الحادث الى اقرب أو قاته ومنها لو كان في يد رجل دابة، فقال رجل فقأت عينها وهي في ملك البائع وقال المشترى فقأتها وهي في ملكي فالقول للمشتري"[26]

"إذا ادعت الزوجة ان زوجها طلقها طلاق الفار أثناء مرض الموت وطلبت الارث والورثة ادعوا طلاقها في حال صحته وأن لا حق ليها بالارث فالقول للزوجة لأن الأمر الحادث المختلف على زمن وقوعه هنا هو الطلاق فيجب أن يضاف إلى الوقت الأقرب وهو مرض الموت الذي تدعيه الزوجة ما لم يقم الورثة البينة"[27]

کسی مسلمان شخص کا انتقال ہوا جس کے نکاح میں نصرانیہ عورت ہو اب عورت کہے کہ وہ قبل از وفات شوہر مسلمان ہو گئی تھی جب کہ ورثاء کہیں کہ یہ بعد از وفات شوہر مسلمان ہوئی ہے تو ورثاء کی بات تسلیم کی جائے گی۔

" لأن الاصل اضافة الحادث إلى اقرب أوقاته لومات مسلم و تحته نصرانية فجاءت مسلمة بعد موته و قالت: كے اسلمت قبل موته و قالت الورثة اسلمت بعد موته فالقول لهم" [28]

ایک شخص نے اپنے کپڑوں پر نجاست لگی ہوئی دیکھی مگر وہ یہ معلوم کرنے سے قاصر ہے کہ یہ نجاست کب لگی ہے تو اس کی نسبت قریب وقت کی طرف کرتے ہوئے یہی کہا جائے گا کہ اس نے ابھی جو نماز ادا کی صرف وہی لوٹائے۔

"لوراى في ثوبه نجاسة وقد صلى فيه ولا يدري متى أصابته يعيدها من اخر حدث أحدثه"[29]

اگر والد نے اپنے بیٹے کی جائیداد فروخت کی اب بیٹے نے دعوی کیا کہ والد نے میرے بلوغت کے بعد اس جائیداد کو فروخت کیا لہذا اس وجہ سے یہ بیع درست نہیں ہے، جب کہ والد یہ دعوی کر رہا ہے میں نے بیٹے کی بلوغت سے پہلے اس کو فروخت کیا تو اس صورت میں بیٹے کا قول معتبر ہو گا اسی اصول کے پیش نظر کہ بلوغت کا زمانہ قریب ہے لہذا حادثہ کی نسبت قریبی وقت کی طرف کی جائے گی۔

"لو باع الاب مال ولده وادعى الولد على والده انه باع ماله بـ وان البيع غير صحيح لهذا السبب والاب انكر وقوع البيع منه بعد البلوغ فيما ان البلوغ اقرب زمنا من قبل البلوغ فالقول للإبن بعد بلوغه"[30]

ایک شخص کے قبضے میں غلام تھا دوسرے نے اس سے کہا جس وقت میں نے اسکی آنکھ پھوڑی تھی اس وقت یہ بائع کی ملکیت میں تھا جب کہ مشتری نے کہا تو نے اس کی آنکھ اس وقت ضائع کی جب کہ یہ میری ملکیت میں تھا تو مشتری کا قول معتبر ہو گا اس لیے کہ وہ حادثہ کی نسبت قریبی وقت کی طرف کر رہا ہے۔

"لو كان في يد رجل عبد فقال رجل فقأت عينه وهو في ملك البائع وقال المشترى فقاتها وهو في ملكي، فالقول للمشترى"[31]

کنویں میں چوہا گرا ہوا پایا گیا اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ چوہا کب گرا ہے تو امام ابو یوسف اور امام محمد بنانے کا اس ضابطے پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب سے کنویں کی ناپاکی کا علم ہوا ہے اس وقت سے اس کو ناپاک شمار کیا جائے گا اس لیے کہ اصول یہی ہے کہ حادثہ کی نسبت قریبی وقت کی طرف کی جائے حتی کہ اگر اس کے پانی سے کپڑے دھوئے ہوں یا وضو کر کے نماز ادا کی ہو تو اس کا اعادہ واجب نہ ہو گا مگر امام اعظم ابو حنیفہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر چوہا پھولا پھٹا نہ ہو تو ایک روز کی نمازوں کا اعادہ واجب ہوئے اور اگر پھولا پھٹا ہو تو تین روز کی نمازوں کا اعادہ واجب ہو گا امام صاحب کا قول عبادات میں احتیاط کے پیش نظر استحسان پر مبنی ہے۔

" وقد عمل الشيخان بهذه القاعدة، فحكما بنجاسة البئر إذا وجدت فيه فارة ميتة من وقت العلم بها غير إعادة شيء، لأن وقوعها حادث فيضاف۔ الخ" [32]

قاعدہ نمبر (4):

"الاصل في لكلام الحقيقة"[33]

"کلام میں اصل یہ ہے کہ الفاظ کے حقیقی معنی مراد لیے جائیں:

حقیقت کا لغوی معنی:

"الحقيقة لغة من حق الشيء إذا ثبت"

"حقیقت کا لغوی معنی کسی لفظ کا اپنے اصل مقام پر ثابت و قائم رہنا"

حقیقت کا اصطلاحی معنی:

"اللفظ المستعمل فيما وضع له اى تعين له بحيث بدل عليه بغير قرينة "

"کسی لفظ کو اس معنی میں استعمال کرنا جس کے لیے اس کو وضع کیا گیا ہو یہ معنی اس لفظ کا ایا واضح ہو کہ کسی قرینے کے بغیر ہی اس لفظ سے سمجھ میں آجائے ہے"[34]

لفظ کے دو معنی ہو سکتے ہیں حقیقت اور مجاز جب لفظ بنانے والے نے لفظ بنایا اور اس کا ایک معنی متعین کر دیا تو یہ پہلا متعین کردہ معنی حقیقت کہلاتا ہے لیکن بعد میں وہ لفظ کئی اور معنوں میں استعمال ہونے لگا تو یہ دوسرے معانی مجاز کہلائیں گے مثلا لفظ سے جس کا حقیقی معنی درندہ ہے مگر ظالم انسان کے لیے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو ایسا استعمال مجازا ہوتا ہے ضابطہ یہ ہے کہ کلام میں جو الفاظ درج ہیں کہ ان کا حقیقی معنی مراد لیے جائیں۔ جہاں تک ممکن ہو گا اور اگر کسی لفظ کا حقیقی معنی مراد لینا ممکن نہ رہے تو اس کا مجازی معنی مراد لیا جائے مثلا کوئی شخص جنگل میں گیا اور واپس آکر کہتا ہے کہ میں نے ایک درندہ دیکھا درندہ کا حقیقی معنی ہی سمجھا جائے گا اور اگر دو افراد آمنے سامنے بیٹھے ہوں اور ان میں سے ایک کہے میرے سامنے درندہ بیٹھا ہے تو یہاں درندہ کا حقیقی معنی مراد لینا ممکن نہیں لازما یہاں مجازی معنی مراد لیا جائے گا۔

تفریعات:

اگر کسی شخص نے اولاد کے کے لیے کوئی چیز وقف کی تو اگر اس وقف کرنے والے کی اپنی اولاد موجود ہے تو وقف میں وہی داخل ہو گی لیکن اگر اپنی حقیقی اولاد موجود نہیں ہے پھر (مجازی معنی کی حیثیت میں) پوتا وغیرہ داخل ہوں گے۔

"فلو وقف على ولده لا يدخل ولد ولده ان كان له ولد لصلبه، فان لم يكن له ولد لصلبه استحقه ولد الابن لان اسم الولد حقيقة في ولدالصلب"[35]

"کوئی شخص زید کی اولاد کے لیے وصیت کرے تو اس وصیت میں زید کی صلبی اولاد داخل ہو گی اور اگر صلبی اولاد موجود نہ ہو تو پھر اولاد کی اولاد داخل ہو گی کیوں کہ اولاد کا یہ بھی حقیقی معنی ہے انسان کی اپنی صلبی اولاد ہے"

"ومثله لو أوصى لولد زيد"[36]

اپ اس کے جزئیات میں وہ تمام مسائل شامل ہیں جن میں معاملات کی نسبت وکیل کی ذات کی طرف کی جاسکتی ہو، مثلاً کہے میں بیع نہ کروں گا، خریداری نہ کروں گا، اجارے نہ دوں گا نہ لوں گا، مال کے عوض صلح نہ کروں گا، اپنے لڑکے کو نہ ماروں گا ان تمام صورتوں میں اس وقت تک حانث نہ ہو گا جب تک بذات خود ان کے خلاف نہ کرے اگر وکیل بنا کر اس کے خلاف کیا تو قسم کا توڑنے والا نہ سمجھا جائے گا کیوں کہ کلام کا حقیقی معنی یہی ہے کہ اپنی ذات سے ایسا نہ کرے اور وکیل کے ذریعہ اس کلام کا مجازی معنی ہے (جب تک حقیقی معنی ممکن ے مجازی معنی مراد نہ لیا جائے گا)۔

"ومنها لو حلف لا يبيع أو لا يشترى أو لا يؤجر أو لا يستأجر أو لا يصالح عن مال أولا يقاسم، وهكذا في كل عقد يصح فيه اضافة الوكيل إلى نفسه، أو لا يضرب ولده لم يحنث إلا بالمباشرة، ولا يحنث بالتوكيل لانها الحقيقة وهو مجاز إلا أن يكون مثله لا يباشر ذلك الفعل فيحنث بهما وان كان يباشره مرة ويوكل فيه اخرى يعتبر الاغلب"[37]

اگر کسی نے کہا یہ دار زید کے لیے ہے تو یہ اس کے لیے ملک کا اقرار ہے اس کے بعد اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میری اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا مسکن ہے تو اس کے اس قول و مراد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیوں کہ:

" الاصل في الكلام الحقيقة لو قال هذه الدار لزيد كان إقرار بالملك له حتى لو ادعى أنها مسكنه لم يقبل "[38]

اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ وہ اس بکری میں سے نہیں کھائے گا پس اگر اس نے اس بکری کا گوشت کھایا تو حانث ہو جائے گا اس لیے کہ یہی اس کا حقیقی معنی ہے اور اگر اس کا بیا تو حانث نہیں ہو گا اس لیے کہ کلام کے اندر اصل یہی ہے کہ اس کو حقیقی معنی پر محمول کیا جائے۔

"لو حلف لا يأكل من هذه الشاة حنث بلحمها لأنه الحقيقة دون لبنها ونتاجها لأنه مجاز"[39]

"اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ اس گندم کے دانے کو نہیں کھائے گا پس اگر اس نے عین گندم کے دانے کو کھایا تو حانث ہو جائے گا اور اگر اس کی بنی ہوئی روٹی کھائی تو حانث نہ ہو گا"

"لو حلف لا يأكل من هذه الحنطة فإنه يحبث بأكل عينها للإمكان . فلا يحنث بأكل خبزها"[40]

"اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ ظہر کی نماز نہیں پڑھے گا تو جب تک وہ چار رکعت ہے پڑھے تو وہ حانث نہیں ہو گا کیوں کہ اصل کلام کے اندر حقیقی معنی ہے"

"لو حلف لا يصلى الظهر لم يحث إلا بالأربع" [41]

اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں کوئی نماز نہیں پڑھوں گا تو جب تک قعدہ کے ساتھ رکعتیں نہ پڑھ لے حانث نہیں ہو گا کیوں کہ اس کے اس جملے سے ایسی نماز مراد ہوتی ہے جو شرعاً معتبر ہو وہ کم از کم دو رکعتیں ہوتی ہیں اس لیے کہ صرف ایک رکعت طاق ہے۔ حدیث میں ممانعت منقول ہے۔

"لوحلف لا يصلى صلاة لا يحنث ما لم يصل ركعتين لانه يراد به الصلوة المعتبرة شرعا واقلها ركعتان للنهي عن البتيراء"[42]

قاعدہ نمبر (5):

"لا عبرة بالدَّلا لَةِ فِي مُقَابَلَةِ التَّصْرِيح"[43]

"صراحت کے مقابلے میں کوئی دلالت قابل اعتبار نہ ہو گی"

یعنی جو معنی کی کلام نے صراحت کے ساتھ سمجھ میں آتا ہو اس کے مقابلے میں اس معنی کا کوئی اعتبار نہ ہو گا جو اس کلام سے دلالہ سمجھا جاتا ہو چناں چہ جس موقع پر مذکور ہر دو معنوں میں تعارض ہو کسی وہاں صراحت کے مقالے میں دلالت کا کوئی اعتبار نہ ہو گا لیکن اگر تعارض نہ ہو تو پھر وہ معنی جس پر کلام دلالت کر رہا ہو قابل عمل ہوتا ہے۔ وہ معنی جس پر کلام دلالت کر رہا ہے قابل عمل ہو گا جس طرح کہ صحیح معنی قابل عمل ہوتا ہے مثلاً اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"فان لم يكن له ولد وورثه أبواه فلامه الثلث"[44]

آیت میں میت کی والدہ کے لیے ایک تہائی ترکہ مخصوص کر دیا گیا ہے یہ تخصیص اس امر کا بیان ہے کہ باقی ترکے کا مستحق باپ ہو جائے گا حالانکہ آیت باپ کے کل ترکے کے استحقاق سے ساکت ہے اب اگر آیت میں اس کے خلاف صراحت موجود ہوتی تو اس دلالت کے مقابلے میں وہی قابل اعتبار ہوتی دلالت کو وہاں ترک کر دیا جاتا یہی طریقہ ہر اس مقام پر ہو گا جہاں صراحت اور دلالت کا مقابلہ پیش آئے۔

"وهو قسم من اقسام بيان الضرورة المذكور في الاصول، كقوله تعالى فان لم يكن له ولد وورثه أبواه فلامه الثلث تخصيص الأم بالثلث، بيان لكون الاب يستحق الباقي ضرورة مع انه مسكوت عنه فلو فرض تصريح بخلاف ذلك يكون أولى من الدلالة وهكذا كل صريح مع الدلالة "[45]

تفریعات:

ایک شخص نے آنے والے کو گھر میں آنے کی اجازت دی وہاں اس نے گلاس پانی نے کے لیے رکھ دیکھا تو یہ دلالتہ اجازت ہو گی کہ وہ پانی پی سکتا ہے اب اگر اس نے گلاس پینے کے لیے اٹھایا اور گلاس ٹوٹ کر گر گیا تو اس پر گلاس کا ضمان عائد نہ ہو گا لیکن اگر مکان والے نے اس کو مکان میں داخل ہونے کی اجازت تو دے دی مگر یہ بھی کہہ دیا کہ پانی نہ پینا اس کے بعد بھی اس نے گلاس لے کر پانی پینا شروع کیا اور گلاس ٹوٹ گیا تو گلاس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی چناں چہ جب صراحۃ منع نہ کیا گیا ہو تو شریعت کی طرف سے دلالتہ پانی پینے کی اجازت ثابت ہے اس لیے اس شخص پر ضمان نہ ہو گا، بخلاف اس صورت کہ جس کہ صراحت کے ساتھ منع کیا گیا ہو تو اس وقت یہ صراحت اس دلالت کو باطل کر دیگی اور صراحت کے مقابلے میں دلالت کا حکم مرتب نہ ہو گا۔

"إذا دخل شخص دار اخر باذنه فوجد إناء معدا للشرب فهو اذان بالشرب دلالة فاذا احد ذلك الاناء ليشرب به فوقع من يده وهو (يشرب فلاضمان عليه، وأما إذا انهاء صاحب الدار عن السرب ثم اخذه ليشرب به فوقع من يده فانكسر ضمن قيمته ففي صورة عدم التصريح بالنهى هو مادون شرعا بالدلالة والحوار الشرعي يا فى الضمان بخلاف التصريح بالنهى فانه يعدم الدلالة فلا حكم لها في مقابلته "[46]

ہمارے ائمہ کے نزدیک عاریت پر لینے والا کسی دوسرے کو (عاریت پر دینے کا حق رکھتا ہے لیکن اگر مالک کی طرف سے) مزید (عاریت پر دینے کی صراحتہ ممانعت کر دی گئی ہو تو اب اس کو) دوسرے کو (عاریت پر دینے کا حق حاصل نہ ہو گا۔

"والمستعير يملك الاعارة في الجملة عند المتنا، فإذا انهاه صريحًا عن كے الاعارة لا يملكها"[47]

اگر ایک شخص نے اپنی کنیز کو تجارت کی اجازت دے دی ہو اور پھر یہ شخص اس کو اپنی ام ولد بنائے) یعنی آقا سے اس کا بچہ پیدا ہو جائے (تو یہ عمل دلالہ اس کنیز کے لیے تجارت سے ممانعت قرار پائے گا اس لیے کہ تجارت کے سلسلہ میں اس کنیز کو بازار آنے جانے کی ضرورت پیش آتی رہے گی اور ام ولد کنیزوں کو عادۃ باہر نکلنے سے روک دیا جاتا تھا لہذا آقا کا یہ عمل) اولاد کا پیدا کرنا (دلالت ممانعت کر دینا تصور کیا جائے گا اب اگر اس کے بعد صراحۃ اجازت دے دی گئی ہو تو اب دلالت نا قابل اعتبار ہوگی اور کنیز صاحب اجازت متصور ہوگی کیوں کہ صراحت دلالت سے قوی ہوتی ہے۔

"وإذا كان لرجل جاريةٌ مأذونة بالتجارة فاستولدها في الاستحسان هو حجر لها دلالة، قال في البدائع لان التجارة لا بدلها من الخروج إلى لے الاسواق وامهات الأولاد ممنوعات عن الخروج في العادات، فكان الاستيلاد حجر ا دلالةً فإذا صرح بالاذن تبقى مأذونة لان الصريح اقوى من الدلالة له"[48]

اگر ایک دائن نے اپنے مدیون کو قرض سے سبکدوش کیا اور مدیون اس موقعہ پر خاموش رہا یہ بری الذمہ ہو جائے گا لیکن اگر صراحت کے ساتھ رد کر دیا سبکدوشی رد ہو جائے گی دین ذمہ پر بدستور قائم رہے گا مدیون کا سکوت دلالہ قبول تھا لیکن رد کر دینا صراحۃً عدم قبول ہے اور صراحت دلالت سے قوی ہوتی ہے۔

"ولو ابرأ مديونه فسكت يبرأ، ولو رده ارتد لأن السكوت قبول للابراء دلالة، والرد عدمه صريحاً فهو اقوى"[49]

بائع کو مبیع کی قیمت وصول کرنے کے لیے مبیع کو اپنے پاس روک لینے کا حق حاصل ہے اگر خریدار نے بائع کے رو برو بیع پر قبضہ کیا اور بائع خاموشی سے دیکھتا رہا یہ خاموشی قبضہ کی) دلالہ (اجازت ہوگی لیکن اگر منع کر دیا تو اس صراحت کے مقابلے میں وہ دلالت کا ازن قابل اعتبار نہ رہے گا کیوں کہ صراحت دلالت سے قوی ہوتی ہے۔

"وللبائع حبس المبيع لقبض ثمنه، فلو قبضه المشترى وراء البائع، رسكت كان اذناً بالقبض ولو نهاه فلا، لأن الصريح أقوى من الدلالة"

اگر باپ نے اپنی بالغہ لڑکی کے مہر پر قبضہ کیا اورلڑکی نے اس وقت خاموشی اختیار کی اس کی خاموشی قبضہ کی اجازت ہوگی اور شوہر مہر سے بری الذمہ ہو جائے گا لیکن اگر لڑکی نے صراحت کے ساتھ منع کر دیا تو نہ قبضہ جائز ہوگا اور نہ شوہر ادا ئیگی مہر سے بری الذمہ ہوگا۔

"ولو قبض الأب مهر ابنته البالغة من الزوج فسكتت كان سكوتها اذنا بالقبض، ويبرأ الزوج، ولو صرحت بالنهي لا يجوز القبض عليها ولا يبرأ الزوج".[50]

اگر ایک شخص نے اپنی جائیداد فروخت کی اس وقت اس شخص کی زوجہ اوراولاد و دیگر اقارب موجود تھے اور خاموش رہے اس کے بعد ان حاضرین میں سے کسی فرد نے مشتری پر اس جائیداد کا دعویٰ کیا تو یہ دعوئی قابل سماعت نہ ہوگا۔

"ولو باع عقاراً وامرأته أو ولده أو بعض اقاربه حاضر فسكت، ثم ان الساكت الحاضر وقت البيع ادعاه على المشترى لا تسمع دعواها" [51]

اگر بائع نے تھال میں چند اشیاء رکھ کر لوگوں سے کہا کہ وہ دیکھیں اور خرید کریں کسی نے ان میں سے ایک چیز دیکھنے کے لیے اٹھائی اور بائع نے منع بھی نہیں کیا بعد میں بغیر کسی غلطی اور ارادے کے وہ چیز ٹوٹ گئی تو خریدار پر تاوان واجب نہیں ہوگا ہاں اگر بائع کوئی چیز ہاتھ میں اٹھانے سے منع کر دیتا پھر بھی خریدار اٹھالیتا تو چوں کہ صراحنا اجازت نہیں تو اس لیے خریدار ضامن ہوتا اس کو تاوان ادا کرناہوتا چاہے چیز کے توڑنے میں اس کا قصورنہ بھی ہو یعنی وہ چیز اٹھا کر دیکھ رہا تھا دوسرے شخص نے گزرتے ہوئے اس کو کندھا مارا وہ چیز گر کر ٹوٹ گئی تو بھی عدم اجازت کی صورت میں خریدار ضامن ہوگا خریدار یہ نہ کہہ سکے گا کہ بائع نے جب یہ چیزیں سجا کر رکھی ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ اس نے دیکھنے کی اجازت دی ہے اس لیے کہ ہاتھ میں اٹھا کر دیکھنے سے منع کی صراحت موجود ہے اس لیے قرائن اور اشارات صراحت کے مقابلے میں معتبر نہیں ہوں گے۔

قاعدہ نمبر (6):

"لا مَسَاغَ لِلْإِجْتِهَادِ فِي مَوْرِدِ النَصِ"[52]

"جہاں نص موجود ہو وہاں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی"

اجتہاد کا لغوی معنی:

اپنی تمام تر قوت کے ساتھ اپنی تمام تر کوششوں کو کسی فعل کے انجام دینے میں صرف کرنا اور یہ صرف اس موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں کسی فعل کے کرنے میں مشقت اٹھانی پڑے، چناں چہ چکی کا پاٹ اٹھانے کے موقع پر کہا جاسکے گا اجتھد في حملہ میں نے اس کے اٹھانے میں بڑی محنت کی لیکن رائی کا دانہ اٹھاتے وقت اجتھد استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

"الاجتهاد لغة عبارة عن بذل المجهود واستفراغ الوسع في فعل من الافعال ولا يستعمل إلا بما فيه كلفة وجهد فيقال اجتهد في حمل حجر الرحى ولا يقال اجتهد في حمل خردلةٍ:"[53]

اجتہاد کا اصطلاحی معنی:

احکام شرعیہ کے دریافت اور استنباط و استخراج میں پوری محنت اور جدو جہد اس طرح صرف کرنا کہ اس سے زیادہ محنت کرنے میں انسان اپنے آپ کو بے بس اور مجبور محسوس کرے۔

"الاجتهاد التام ان يبذل الوسع فى الطلب بحيث يحس من نفسه العجز عن مزيد"[54]

اجتہاد کا حکم:

"و اما حكمه فهو غلبة الظن بالحكم مع احتمال الخطاء "[55]

"مجتہد کو تمام مسائل کا علم ہونا شرط نہیں:

مجتہد کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اسے ہر ہر مسئلہ کا علم ہو، امام مالک سے ۴۰ سوال پوچھے گئے آپ نے ۳۶ کے جواب میں لا أدري فرمایا، بہت سے مسائل کے جواب میں امام شافعی نے لا أدري فرمایا، بہت سے ایسے مسائل موجود ہیں جن میں خود صحابہ کرام نے توقف کیا یہاں تک کہ بعض علماء نے فرمایا جو شخص ہر ہر مسئلے کا جواب دے سمجھ لو وہ مجنون ہے۔

"وليس من شرط المجتهد أن يكون عالما بكل مسألة ترد عليه فقد سئل مالك عن أربعين مسألة فقد قال في ست و ، وثلاثين لا أدري، وكثيرا ما يقول الشافعي لا أدري توقف كثير من الصحابة في مسائل وقال بعضهم من أفتى فى كل ما سئل عنه فهو مجنون"[56]

کن مسائل میں اجتہاد جائز ہے:

ہر وہ مسئلہ جس میں شارع کی طرف سے نص موجود ہو تو مجتہد کے لیے اس میں اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ فرعی احکام میں اجتہاد یا قیاس کے جواز کے لیے شرط یہ ہے کہ شارع کی طرف سے کوئی نص موجود نہ ہو۔

"كل مسالة ورد فيها نص من الشارع لا يجوز للمجتهدين أن يجتهدوا فيها لان جواز الاجتهاد أو القياس في الفروع من الاحكام مشروط بعدم وجود نص من الشارع"[57]

تفریعات:

جن احکامات شرعیہ کے متعلق کتاب اللہ، سنت متواترہ، مشہورہ یا خبر واحد موجو ہو گی ان احکامات شرعیہ کے خلاف کوئی ایسا اجتہاد جو ان کے معارض ہو قبول نہیں کیا جائے؟ مثلا حرمت رباء کے بارے میں اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا صریح نص وارد الہذا حرمت ربا والے حکم شرعی کے خلاف رباء کی حلت کا اجتہاد جائز نہیں ہے۔ صریح حدیث موجود ہے کہ آپ صل ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدعی کے ذمے گواہ ہیں کرنا اور مدعی علیہ کے ذمے قسم کھانا ہے اب کسی مجتہد کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کے بر خلاف اجتہاد کر کے کہے کہ مدعی کے ذمے قسم کھانا اور مدعی علیہ کے ذمے گواہ پیش کرنا ؟ ایسے اجتہاد کا کوئی اعتبار نہیں اس لیے کہ صریح نص موجود ہے۔

"قد نص الحديث الشريف ان البينة على المدعى واليمين على من فبعد وجود هذا النص الصريح لا يجوز لأحد المجتهدين أن يجتهد البيئة من المنكر أو ان اليمين على المدعي بخلافه ويقول بحكم يناقضه كأن يقول في هذه المسألة يجوز سماع"[58]

اس طرح وللذکر مثل حظ الانثیین صریح نص ہے مؤنث کے مقابلے میں مذکر کے حصہ کے دو گنا ہونے پر ، لہذا اس کے مقابلے میں مذکر کی میراث کو مؤنث کی میراث کے برابر قرار دینے کا اجتہاد جائز نہیں ہے کیوں کہ اجتہاد کا جواز مقید ہے عدم وجود نص کے ساتھ ۔قرآن کریم میں صریح نص موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اب کسی مجتہد کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس بارے میں اجتہاد کرے کہ آیا بیع حلال ہے یا حرام، اس لیے کہ جب صریح نص موجود ہے کہ احل

اللہ البیع اب اس کے مقابلے میں اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے۔

"لا يجوز للمجتهد أن يجتهد في هل البيع حلال أم حرام بعد ورود النص الصريح في ذلك في القرآن الكريم وهو قوله احل الله البيع"[59]

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے غیر شادی شدہ زنا کرنے والے مرد اور عورت کے متعلق فرمایا کہ انھیں سو کوڑے لگائے جائیں اب کسی کے لیے ان کوڑوں کی تعداد کے متعلق اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے کہ زانیہ مرد یا عورت کو کتنے کوڑے مارے جائیں۔ اس طرح وہ تمام سزائیں اور کفارات جن کی شریعت نے کوئی حد مقرر کی۔

"ولا مجال للاجتهاد في الوقائع اللتي تطبق فيها، ففي قوله تعالى الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة لا مجال للاجتهاد في عدد الجلدات وكذلك في كل عقوبة أو كفارة مقدرة"[60]

قاعدہ نمبر (7):

"يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ لِدَفَعِ ضَرَرٍ عَامٍ"[61]

" ضرر عام کے دفعیہ کے لیے ضرر خاص قابل برداشت ہوگا"

عمومی طور پر انسانی معاشرے کے اجتماعی مسائل و معاملات کو اس اصول کے تحت طے کیا جاتا ہے، ضرر عام کی حیثیت و اہمیت ضرر خاص سے بہت زیادہ ہے اس اصول کے پیش نظر جب کئی افراد کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو ایک خاص فرد کو بچانے کی خاطر تو اس وقت اس خاص فرد کے ضرر کو برداشت کیا جائے گا اور عام لوگوں کو ضرر سے محفوظ رکھا جائے گا بایں معنی کہ ضرر عام کو حالت ضرورت کا درجہ دیا جائے گا اور اس کا اعتبار کرتے ہوئے اس وقت ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا اور اس حالت خاص کو عام پر قربان کیا جائے گا تا کہ عمومی افراد ضرر سے محفوظ رہیں گویا ضرر عام کو خاص پر ترجیح ہوگی اس اصول کے تحت اجتماعی معاملات و مسائل کو تقویت ملتی ہے اور اس سے عمومی فضاء درست رہتی ہے ورنہ چند افراد کی وجہ سے سارا معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو سکتا ہے۔

تفریعات:

1. ساحر کا اور ایسے کافر کا جو لوگوں کو کفر کی دعوت دیتا ہو قتل کر دینے کا حکم بھی اس سلسلے کے متعلق ہے اس لیے کہ اول انسانوں کو فتنہ میں مبتلا کرتا ہے اور دوسرا انسانوں کے دین پر حملہ آور ہوتا ہے اس لیے کہ انسانوں کے (نفس و دین) کی حفاظت کے لیے جو کہ غیر عام ہے (ان دونوں کے قتل) ضرر خاص کو اختیار کر لیا جاتا ہے۔

"ومن هذا القبيل قتل الساحر المضر والكافر المضل، لان هذا يفتن الناس، وهذا يدعوهم إلى الكفر ويهدم دينهم، فيتحمل الضرر الأخص الدفع الأهم"[62]

2. اگر کفار مسلمان بچوں کو اپنی حفاظت کے لیے اپنی ڈھال بنالیں تب بھی کفار پر تیر اندازی جائز ہوگی چوں کہ بچوں کا ضرر ضرر خاص ہے اور عامتہ المسلمین پر حملہ ضرر عام ہے۔

" ومن فروعها ايضا جواز الرمي إلى كفار تترسوا بصبيان المسلمين لهضرر زحفهم على العموم"[63]

3. اگر کسی شخص کی دیوار عام راستے کی طرف جھک گئی ہو اس کو ضرر عام کے دفع کرنے کی خاطر منہدم کر دیا جائے گا۔

" ومنها وجوب نقض حائط مملوك إلى طريق العامة على مالكه دفعًا لمصور العام"[64]

4. اگر غلہ فروخت کرنے والے تاجروں نے نرخ میں ایسا اضافہ کر دیا ہو جو عام لوگوں کے حق میں ضرر کا باعث ہو گیا ہو تو ماہرین تجارت کے مشورے سے غلہ کا بھاؤ حکومت کی طرف سے مقرر کر دیا جائے گا۔

"ومنها التسعير بسعر معتدل بمعرفة اهل الحبرة عند تعدي ارباب الطعام في بيعه بغين فاحش، دفعًا للضرر العام"[65]

5. امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک تین وجہ سے ایک عاقل بالغ آزاد شخص کے تصرفات پر پابندی لگانا جائز ہوگی جب کہ مفتی حیلہ ساز ہو، طبیب عطائی ہو، کرایہ پر اشیاء دینے کا کاروبار کرنے والا بذات خود مفلس ہو، تا کہ عامتہ الناس کو دینی اور جانی و مالی نقصان نہ پہنچے۔

" ومنها جواز الحجر على العاقل البالغ الحر عند الامام الاعظم في ثلاثة المفتي الماجن والطبيب الجاهل المكارى المفلس، دفعًا للضرر العام في الدين والنفوس والاموال "[66]

6. کسی جگہ اگر آگ لگ جائے تو آگ کو روکنے کے لیے اس کی ملحق جگہ یا مکان میں مناسب توڑ پھوڑ کر کے آگ پر قابو پایا جا سکتا ہے تا کہ زیادہ تباہی سے بچا جا سکے اور آگ پر کنٹرول حاصل کیا جا سکے۔

7. ناتجربہ کار ڈاکٹر کو آپریشن اور علاج کرنے سے اس وقت تک روکا جا سکتا ہے جب تک کہ وہ مستند ڈاکٹر نہ بن جائے تا کہ لوگوں کی جانوں کو خطرہ لاحق نہ ہو۔

نتائج بحث

1. علامہ ابن نجیم فقہ حنفی کے بڑے عالم ہیں۔
2. علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں مختلف قواعد اور ضوابط فقہیہ کو بیان کیا ہے۔
3. میں نے اس کتاب سے بیوع کے متعلق قواعد کو مرتب کیا ہے۔
4. قواعد اور ضوابط کے درمیان فرق ہے اس کو بحث کے دوران ذکر کیا ہے۔
5. علامہ ابن نجیم نے قواعد اور ضوابط کو مختلف اسلوب میں بیان کیا ہے کبھی ایک ہی قاعدہ کو مختلف اسلوب میں اور کبھی ایک ہی اسلوب میں بیان کرتے ہیں۔
6. علامہ ابن نجیم مختلف فقہی مسائل کو عقلی، نقلی دلائل سے بیان فرماتے ہیں۔
7. قواعد فقہ قرآن وحدیث کی نصوص سے ماخوذ ہیں جن کا تذکرہ کیا گیا۔
8. قواعد فقہیہ احکام شرعیہ کی فہم کیلئے معاون ہیں۔
9. ایک مجتہد مزید مسائل مرتب کر سکتا ہے ان قواعد کے ذریعے سے بندے کو فرائض، واجب، محرمات مندوبات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

@ 2023 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

حوالہ جات

[1] تقی الدین بن عبد القادر، الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ (الریاض: دار الرفاعي للنشر والطباعۃ والتوزیع 1983) 37:2

taqiy alduyn bin eabd alqadir, altabaqat alsuniuyh fi tarajim alhunfuyh(alriyad :dar alrifaei lilnashr waltibaetih waltuwziei1983) 2:37

[2] احمد بن محمد الحموی، غمز عیون الابصار، شرح الحموی علی الاشباہ والنظائر (کراچی: ادارہ القران والعلوم الاسلامیہ 2004) 21:1

Ahmad bin Muhammad al-Hamwi, Ghamzayoun al-Absaar, Sharh al-Hamwi Ali al-Ishbah wal-Nazir (Karachi: Idara al-Qur'an wal Uloom al-Islamiyya 2004) 1:21

[3] عمر بن رضا، معجم المولفین (دمشق: مکتبہ المثنی 2005) 27:2

Umar bin Reza, Mujam al-Mulawfin (Damascus: Maktaba al-Muthani 2005) 2:27

[4] زین الدین، الاشباہ والنظائر، 62؛ لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ، مجلہ الاحکام العدلیہ (کراچی: نور محمد کتب خانہ 1998) 17؛ ابو بکر احمد بن علی، احکام القران للجصاص، (بیروت: داراحیاالتراث 2007)

Zain al-Din, al-Ashbah wal-Nazir, 62; Lajnat Makuna Min Ida Ulama Faqhaafi al-Khilafat al-Uthmaniyyah, Magazine of Laws (Karachi: Noor Muhammad Library 1998) 17; Abu Bakr Ahmad bin Ali, Rules of the Qur'an for Jurisprudence, (Beirut: Darahiya al-Tarath 2007)

9288:1 ؛ محمد بن عمر حاشیہ ابن عابدین، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ 2002)621:5

9288, Muhammad bin Umar Hashiyyah Ibn Abidin, (Lahore: Muktaba Rahmaniya 2002) 5:621

[5] محمد بن عیسی، سنن ترمذی، 1341۔

Muhammad bin Isa, Sunan Tirmidhi, 1341.

[6] محمد خالد محمود، شرح المجلہ (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی 1986)، 27:1۔

Muhammad Khalid Mahmood, Sharh al-Majlah (Islamabad: Islamic Research Institute, 1986), 1:27

[7] احمد محمد الزرقاء، شرح القواعد الفقہیہ (دمشق: دارالقلم 1989)، 49:1۔

Ahmad Muhammad al-Zarqa, Sharh al-Qasas al-Qafhiyyah (Damascus: Dar al-Qalam 1989), 1:49.

[8] محمد خالد محمود، شرح المجلہ، 26:1

Muhammad Khalid Mahmud, Sharh al-Majlah, 1:26

[9] مجلہ الاحکام العدلیہ، 17

Majla Al-Ahkam Al-Adliyya, 17

[10] ایضا، 26:1

Ibid, 1:26

[11] ایضا، 26:1

Ibid, 1:26

[12] علی حیدر، درالاحکام شرح مجلۃ الاحکام (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی 1986)، 83:4۔

Ali Haider, Dar al-Ahkam Sharh Majlat al-Ahkam (Islamabad: Institute of Islamic Research, 1986), 4:83

[13] زین الدین، الاشباہ والنظائر، 66۔

Zain al-Din, al-Ashbah wal-Nazir, 66.

[14] محمد خالد محمود، شرح المجلہ، 28:1۔

Muhammad Khalid Mahmud, Sharh al-Majlah, 1:28.

[15] محمد خالد محمود، شرح المجلہ،، 28:1

Muhammad Khalid Mahmud, Sharh al-Majlah, 1:28.

[16] ایضا، 28:1

Ibid, 1:28

[17] ایضا، 28:1

Ibid, 1:28

[18] ایضا، 28:1

Ibid, 1:28

[19] محمد خالد محمود، شرح المجلہ، 28:1۔ زین الدین، البحر الرائق، (بیروت: دار الکتب العلمیہ 1997) 26:6

Muhammad Khalid Mahmud, Sharh al-Majlah, 1:28. Zain al-Din, Al-Bahr al-Ra'iq, (Beirut: Dar al-Kitab al-Ulmiya 1997) 6:26

[20] محمد خالد محمود، شرح المجلہ، 28:1

Muhammad Khalid Mahmud, Sharh al-Majlah, 1:28

[21] برہان الدین، المحیط البرہانی (بیروت: دار الکتب العلمیہ 2004)، 771:6

Burhan al-Din, Al-Muhait al-Burhani (Beirut: Dar al-Kitab al-Ulmiya 2004), 771:6

[22] محمد بن عمر، حاشیہ ابن عابدین، 131:5

Muhammad Ibn Umar, Margin Ibn Abidin, 5:131

[23] زین الدین، الاشباہ والنظائر، 67

Zain al-Din, al-Ashbah wal-Nazir, 67

[24] محمد خالد محمود، شرح المجلہ، 32:1۔

Muhammad Khalid Mahmud, Sharh al-Majlah, 1:32

[25] علاء الدین ابو بکر، بدائع الصنائع، (بیروت: دار الکتب العلمیہ 1986) 275:5

Aladdin Abu Bakr, Badi'i al-Sana'i, (Beirut: Dar al-Kitab al-Ulamiya 1986) 5:275

[26] محمد خالد محمود، شرح المجلہ، 33:1

Muhammad Khalid Mahmud, Sharh al-Majlah, 1:33

[27] علی حیدر، درالاحکام شرح مجلۃ الاحکام، 83:۔

Ali Haider, Dar al-Ahkam Sharh Majlat al-Ahkam, 83.

[28] زین الدین، الاشباہ والنظائر،، 68:1۔

Zain al-Din, al-Ashbah wal-Nazir, 1:68

[29] ایضا 67:1۔

Ibid, 1:67

[30] علی حیدر، درالاحکام شرح مجلۃ الاحکام، 25:1۔

Ali Haider, Dar al-Ahkam Sharh Majlat al-Ahkam, 1:25

[31] زین الدین، الاشباہ والنظائر، 67:1۔

Zain al-Din, al-Ashbah wal-Nazir, 1:67

[32] زین الدین، الاشباہ والنظائر، 67:1۔

Zain al-Din, al-Ashbah wal-Nazir, 1:67

[33] زین الدین، الاشباہ والنظائر، 72۔

Zain al-Din, al-Ashbah wal-Nazir, 72

[34] شمس الدین محمد بن محمد، التقریر والتحبیر، (بیروت: دار الکتب العلمیہ 1999) 31:2۔

Shams al-Din Muhammad bin Muhammad, al-Taqreer wal-Tahbeer, (Beirut: Dar al-Kitab al-Alamiya 1999) 31:2.

[35] محمد خالد محمود، شرح المجلہ، 35:1۔

Muhammad Khalid Mahmud, Sharh al-Majlah, 1:35

[36] ایضا، 33:1

Ibid, 1:33

[37] محمد خالد محمود، شرح المجلہ، 33:1

Muhammad Khalid Mahmud, Sharh al-Majlah, 1:33

[38] ایضا، 33:1

Ibid, 1:33

[39] زین الدین، الاشباہ والنظائر، 73

Zain al-Din, Al-Ashbah wal-Nazir, 73

[40] جماعۃ من علماء الھند، الفتاوی الھندیۃ، (مصر: المطبعۃ الکبری 1990) 80:2

Jama'at Min Ulama Al-Hind, Al-Fatawi Al-Hindiyyah, (Egypt: Al-Mutabata Al-Kabri 1990) 2:80

[41] زین الدین، الاشباہ والنظائر، 74

Zain al-Din, Al-Ashbah wal-Nazir, 74

[42] برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر، الھدایۃ (لاہور: مکتبہ رحمانیہ 2005)، 49:2

Burhan al-Din Abul Hasan Ali bin Abi Bakr, Al-Hadaiya (Lahore: Muktaba Rahmaniya 2005), 49:2

[43] زین الدین، الاشباہ والنظائر، 78

Zain al-Din, Al-Ashbah wal-Nazir, 78

[44] القرآن، 11:4

Al Quran, 4:11

[45] محمد خالد محمود، شرح المجلہ، 38:1

Muhammad Khalid Mahmud, Sharh al-Majlah, 1:38

[46] محمد خالد محمود، شرح المجلہ 38:1

Muhammad Khalid Mahmud, Sharh al-Majlah, 1:38

[47] ایضا، 38:1

Ibid, 1:38

[48] ایضاً، 38:1

Ibid, 1:38

[49] ایضا، 39:1

Ibid, 1:39

[50] محمد خالد محمود، شرح المجلہ، 39:1

Muhammad Khalid Mahmud, Sharh al-Majlah, 1:39

[51] ایضاً، 39:1

Ibid, 1:39

[52] زین الدین، الاشباہ والنظائر، 62

Zain al-Din, Al-Ashbah wal-Nazir, 62

[53] محمد خالد محمود الاتاسی، شرح المجلہ، 27:1

Muhammad Khalid Mahmud al-Tasi, Sharh al-Majlah, 1:27

[54] ایضا، 40:1

Ibid, 1:40

[55] زین الدین، البحر الرائق، 288:6۔

Zayn al-Din, Al-Bahr al-Ra'iq, 6:288

[56] بدرالدین محمد بن عبداللہ البحر المحیط (بیروت: دارالکتب العلمیہ 2020)، 4:495
Badr al-Din Muhammad bin Abdullah al-Bahr al-Mahayt (Beirut: Dar al-Kitab al-Ulamiya 2020), 4:459

[57] علی حیدر، درالاحکام شرح مجلۃ الاحکام، 1:29
Ali Haider, Dar al-Ahkam Sharh Majlat al-Ahkam, 1:29

[58] ایضا، 1:29
Ibid, 1:29

[59] ایضا، 1:29
Ibid, 1:29

[60] عرفان خالد، علم اصول الفقہ (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی 2007) 1:216
Irfan Khalid, Ilm Usul al-Fiqh (Islamabad: Sharia Academy 2007) 1:216

[61] زین الدین، الاشباہ والنظائر 8
Zain al-Din, Al-Ashbah wal-Nazir, 8

[62] محمد خالد محمود الاتاسی، شرح المجلہ، 1:67
Muhammad Khalid Mahmud alatasi, Sharh al-Majlah, 1:67

[63] ایضا
Ibid

[64] محمد خالد محمود الاتاسی، شرح المجلہ، 1:67
Muhammad Khalid Mahmud alatasi, Sharh al-Majlah, 1:67

[65] ایضا،
Ibid,

[66] ابو بکر محمد بن احمد، المبسوط للسرخسی، 24:290
Abu Bakr Muhammad bin Ahmad, al-Mabusut al-Sakhsi, 24:290